ادھورا نقشہ

ابن الحسن عباسی

زرخیز زمینوں، لہلہاتی وادیوں، آب شار ندیوں، شاداب درختوں سے اَٹے ہوئے پہاڑوں، ہمالیہ کے برف پوش گلیشروں، معتدل آب وہوا، پانچ دریاؤں (سندھ، جہلم، چناب، راوی، ستلج) اور آٹھ لاکھ تین ہزار نوسو چالیس مربع کلومیٹر پر مشتمل وطن عزیز پاکستان نے اہل وطن کو کیا کچھ نہیں دیا، لیکن پاکستان کے ساتھ انصاف کرنے والوں کی تعداد بہت کم رہی، اسے لوٹنے والوں کی داستانیں قدم قدم پر بکھری پڑی ہیں، اس کی آبیاری اور اس کی جڑوں کی مضبوطی کی پروا کیے بغیر اس لٹیرے طبقے کا ہر فرد دست گل چیں کی ظالمانہ جھٹک کی طرح اس سے کلیاں توڑتا، مروڑتا اور ریزہ ریزہ کرکے بکھیرتا رہا ہے، پاکستان کی مظلومیت کا یہ سلسلہ اس کے روز افزائش ہی سے شروع ہوتا ہے۔

ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی تعلیمات سے کسی قسم کا لگا نہ کھاتی ہندوانہ تہذیب وروایات سے بے زاری برصغیر کے سلمانوں میں ہمیشہ عام رہی ہے، ہندو ذہن مسلمان کو ''مسلے'' کہتا ہے، مسلمان جس چیز کو ہاتھ بھی لگاتا ہے، وہ اس کے یہاں ناپاک ہوجاتی ہے، ہندو مشرک ہے اور مشرک ایک مسلمان کے ہاں نجس ہے، ہندو گائے کی تقدیس کرتا ہے اور مسلمان گائے کی قربانی، ہندو بت پرست ہے اور مسلمان بت شکن، دونوں کے درمیان عقیدہ ہی نہیں، معاشرتی قدروں میں بھی کوئی یگانگت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ نے جب مسلمانوں کے لیے ایک الگ مستقل نظریاتی مملکت کا نعرہ لگایا تو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے اس کا ساتھ دیا، اس کا اندازہ دسمبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وفاق میں مسلمانوں کے لیے مختص تیس کی تیس نشستیں مسلم لیگ نے جیت لی تھیں، ۲۴ فروری ۱۹۴۶ء کو صوبائی اسمبلی کی ۴۹۵ نشستوں میں ۴۴۶ نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کی تھیں، اس لیے مسلم لیگ کی طرف سے جب مطالبہ پاکستان نے زور پکڑا تو تقسیمِ ہند کا فارمولا بالآخر طے پاگیا، ۶۔۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد نے، ۲۰ جولائی کو بنگال نے، ۲۲ جولائی کو سندھ نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کردیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آگیا، لیکن اس نظریاتی مملکت کے ساتھ کئی جہتوں سے ناانصافیاں ہوئیں:

☆ پاکستان کی جغرافیائی حدود کی تعیین میں برطانیہ کی باونڈری کمیشن نے انصاف کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھا، تقسیم کے طے شدہ اصولوں کے مطابق پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریت والے اضلاع کو پاکستان کا حصہ بنتا تھا لیکن امرتسر، جالندھر، بٹالہ، فیروز پور اور گورداسپور جیسے مسلم اکثریتی اضلاع کو انڈیا کے ساتھ شامل کیا گیا، ریاست حیدرآباد دکن اور جونا گڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا لیکن بھارتی فوجوں نے زبردستی ان پر قبضہ جمایا، کشمیر پر غاصبانہ قبضہ بھی اس موقع پر ہوا۔

☆ مسلم لیگ کے نعرۂ پاکستان کو مسلمانانِ ہند نے قبولیت تو بخشی لیکن مسلم لیگی قیادت نے بھی پاکستان کے ساتھ

انصاف نہیں کیا، اس ملک کی جڑوں پر تیشہ چلانے میں مسلم لیگی حکمران کسی سے پیچھے نہیں رہے، پاکستان بنا تو اس کا کوئی مستقل آئین نہ تھا، ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک آئین ساز اسمبلی بنادی گئی تھی، اناسی مسلم لیگی ارکان پر مشتمل یہ اسمبلی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۴ء تک برقرار رہی لیکن سات آٹھ سال کے اس طویل عرصے میں ایک اسلامی ملک کے لیے یہ کوئی آئین نہ بناسکی۔ ۱۹۳۵ء میں برطانیہ نے متحدہ ہندوستان کے لیے جو آئین بنایا تھا، پاکستان میں بنیادی طور پر اسی کو اختیار کیا گیا اور ظاہر ہے وہ آئین ایک مسلمان ملک کی ضروریات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب نہیں کیا گیا تھا، لے دے کے اس عرصے میں آئین کے لیے بنیاد فراہم کرنے والی ایک قرارداد مقاصد پیش کی گئی، البتہ ۳۱ علماء پر مشتمل ۱۹۵۱ء کو کراچی میں ایک کانفرنس حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی، ان علماء نے اسلامی حکومت کے لیے ۲۲ اصول و نکات وضع کیے، آئین سازی کے سلسلے میں سب سے بڑا کارنامہ اسی کو قرار دیا جاسکتا ہے، یہ اصول اسلامی آئین سازوں کے لیے اب تک مشعل راہ ہیں......

پاکستان کا پہلا آئین، پاکستان کے وجود میں آنے کے نو سال بعد ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو منظور ہوا اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء سے اسے نافذ کیا گیا لیکن ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو یہ آئین معطل کر کے مارشل لا لگادیا گیا...... دوسرا آئین ایوب خان کے عہد حکمرانی میں مرتب ہوا اور ۸ جون ۱۹۶۲ء سے انھوں نے اس کو ملک میں نافذ کیا...... تیسرا آئین بھٹو صاحب نے ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو منظور کرایا، ایک سو چھیاسی ممبروں کے دستخط کے ساتھ جاری شدہ یہ آئین ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء سے نافذ ہوا......لیکن ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء نے اسے بھی منسوخ کردیا۔ ۱۹۸۵ء کو صدر ضیاء نے ۱۹۷۳ء کا آئین بحال کیا لیکن ''آٹھویں ترمیم'' کے عنوان سے اس میں کئی تبدیلیاں کیں، ایک خوش آئند تبدیلی یہ بھی کی گئی کہ ''قرارداد مقاصد'' کو آئین پاکستان کے متن میں شامل کردیا گیا جب کہ پہلے وہ بطور دیباچہ کے تھی۔ آئین میں ترامیم کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، نواز شریف صاحب نے تیرھویں ترمیم کر کے صدر کے اختیارات محدود کردیئے تھے، موجودہ حکومت نے صدر کے اختیارات ازسرنو بحال کردیئے، صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں رسا کشی نے آئین کو ایک کھلونا بنادیا ہے۔ اختیارات کا پلڑا اپنی طرف جھکانے کے لیے جس کا جب بھی بس چلے وہ آئین پر ہاتھ صاف کرلیتا ہے۔ آج بھی وردی اور بے وردی نمائندوں کے درمیان ''ایل ایف او'' کے عنوان سے جاری کھینچا تانی اسی شغل کا حصہ ہے۔

☆ پاکستان کے ساتھ سب سے زیادہ ناانصافی حکمرانوں کی طرف سے ہوئی، پاکستان جب وجود میں آیا تو فوج میں انگریزوں کی ایک بڑی تعداد تھی، تینوں کمانڈر انچیف انگریز تھے اور یہ سوچ بجا طور پر پروان چڑھ رہی تھی کہ مسلم لیگی قیادت انگریز افسروں کی بصیرت پر اعتماد کررہی ہے، ابتدا میں اس نوزائیدہ مملکت کو ایک مستحکم حکومت کی ضرورت تھی لیکن ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بانی پاکستان محمد علی جناح کے انتقال کے بعد دھڑا دھڑ حکومتیں تبدیل ہونا شروع ہوئیں، ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان شہید کردیئے گئے، ان کی جگہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو خواجہ ناظم الدین وزیراعظم بنے، وہ اپریل ۱۹۵۳ء تک رہے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو محمد علی بوگرا تیسرے وزیراعظم نے حلف اٹھایا، ۱۱ اگست ۱۹۵۵ء کو وہ بھی مستعفی ہوگئے۔ ان کے بعد چوتھے وزیراعظم چوہدری محمد علی آئے اور ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء کو انھوں نے بھی استعفیٰ دیا۔ پھر حسین شہید

سہروردی آئے ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وہ بھی چلے۔ ان کی جگہ اسماعیل ابراہیم (آئی آئی) چندریگر آئے اور تین ماہ بعد ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو وہ بھی رخصت ہوئے۔ ساتویں وزیر اعظم فیروز خان نون بنے لیکن مارشل لا نے ان کی حکومت اکتوبر ۱۹۵۸ء سے آگے بڑھنے نہیں دی۔ اس طرح ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک سات وزیر اعظم آئے اور گئے ...... اس موقع پر بھارت کے وزیر اعظم نہرو نے مشہور طنزیہ جملہ کہا تھا کہ "میں نے اتنی دھوتیاں تبدیل نہیں کیں جتنے پاکستان نے وزیر اعظم تبدیل کیے" نہرو نے یہ طنز اس لیے کیا تھا کہ بھارت کے قیام کے سولہ سترہ سال بعد بھی وہ پہلے وزیر اعظم کے طور پر کام کر رہا تھا۔

پاکستان کے پہلے سربراہ محمد علی جناح تھے، (اس وقت سربراہ مملکت کے لیے "گورنر جنرل" کی اصطلاح رائج تھی۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کے بعد سربراہ مملکت کے لیے "صدر مملکت" کا لفظ عام ہوا) دوسرے گورنر جنرل غلام محمد بنے۔ لیکن ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو ان کو رخصت کیا گیا۔ ان کی جگہ اسکندر مرزا نے سنبھالی لیکن ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جنرل ایوب نے انھیں بھی فارغ کیا اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بنے، ۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو ایوب خان صدارتی انتخابات جیتے لیکن ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو وہ مستعفی ہوئے اور جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر کے مارشل لاء لگایا۔ یحییٰ خان کا دور حکومت ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء سے ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء تک تقریباً ۳۳ مہینے رہا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم بنے اور چار پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب انھیں گرفتار کر کے فارغ کیا گیا اور جنرل ضیاء الحق صاحب آئے اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر مقرر ہو گئے۔ بعد میں ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو وہ ریفرنڈم کے ذریعے صدر بھی منتخب ہوئے اور ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو ایک ہوائی حادثہ میں شہید ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۸۵ء میں انتخابات بھی کرائے جن کے نتیجے میں ۲۴ مارچ ۱۹۸۵ء کو محمد خان جونیجو نے وزیر اعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا لیکن ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو صدر ضیاء نے اسمبلیاں توڑ کر انھیں بھی برطرف کر دیا تھا...... ۱۹۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۸ء تک نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو دو دو مرتبہ وزیر اعظم بننے کا موقع ملا اور کسی نے بھی معینہ مدت پوری نہیں کی۔ ان حکمرانوں، کرپٹ سیاست دانوں کی خرمستیوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۷۱ء میں ملک دولخت ہو کر ایک لاکھ ۴۳ ہزار نو سو اٹھانوے مربع کلو میٹر سے محروم ہو گیا...... نوے ہزار فوجی بھارت کی قید کا داغ سہنے چلے گئے، پانچ ہزار مربع میل مغربی خطے پر بھی قبضہ ہوا جسے دو جولائی ۱۹۷۲ء میں شملہ معاہدہ کے تحت پھر واپس کیا گیا۔

یہ پاکستانی حکمرانوں اور ان کی سیاسی کامیابیوں کی فہرست پر ایک سرسری نظر ہے اور اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں جو بھی کرسیٔ اقتدار پر آیا تو اسے اپنی کرسی اور دوسروں کو اس کی ٹانگ کھینچنے کی فکر لاحق رہی...... پاکستان کو اپنے خوابوں کی منزل اور خیالوں کا دیس سمجھ کر اس کی طرف ہجرت کرنے والے جانے کتنے لٹے پٹے قافلے تھے جو گردوں کے ستم اور اجڑے ہوئے گھر دیکھ کر یہاں پہنچے لیکن ایک ٹھیٹھ اسلامی حکومت کا نقشہ انھیں دکھائی نہ دیا، گمنام قافلوں کے روپوش کارکنوں کو تو رہنے دیں، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا حال سنیے جو تحریک پاکستان کے سرخیل حامی علماء میں سے تھے، ان کے لہجے، ان کی تحریر کے درد و کرب کی یہ سطریں پڑھیے، وہ لکھتے ہیں:

"...... میرے استاذ محترم اور پھوپھی زاد بھائی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ اور چند عمائد کراچی نے یہ ارادہ کیا کہ پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا ایک خاکہ مرتب کر کے حکومت کے

سامنے رکھا جائے تا کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنا ہے، وہ جلد سے جلد بروئے کار آ سکے، اس تجویز کے لیے منجملہ چند علماء کے احقر کو بھی ہندوستان سے کراچی آنے کی دعوت دی گئی...... یکم مئی ۱۹۴۸ء میری عمر میں عظیم انقلاب کا دن تھا جس میں وطن مالوف، مرکزِ علوم دیوبند کو خیر باد کہہ کر پاکستان کا رخ کیا، والدہ محترمہ اور اکثر اولاد اور سب عزیزوں اور گھر بار کو چھوڑنے کا دل گداز منظر اور جس طرف جا رہا ہوں، وہاں ایک غریب الوطن کی حیثیت سے وقت گذارنے کی مشکلات کے ساتھ ایک نئی اسلامی حکومت کا وجود اور اس میں دینی رجحانات کے بروئے کار آنے کی خوش کن امیدوں کے ملے جلے تصورات میں غلطاں......

یہاں آئے ہوئے اس وقت پندرہ سال پورے ہو کر تین ماہ زیادہ ہو رہے ہیں، اس پندرہ سال میں کیا کیا اور کیا دیکھا، اس کی سرگذشت بہت طویل ہے، یہ مقام اس کے لکھنے کا نہیں، جن مقاصد کے لیے پاکستان محبوب ومطلوب تھا اور اس کے لیے سب کچھ قربان کیا تھا، حکومتوں کے انقلابات نے ان کی حیثیت ایک لذیذ خواب سے زیادہ باقی نہ چھوڑی:

بلبل ہمہ تن خون شد وگل شد ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این ست بہارے

حکومت کے راستے سے کسی دینی انقلاب اور نمایاں اصلاح کی امیدیں خواب وخیال ہوتی جاتی ہیں، تاہم عام مسلمانوں میں دینی بیداری اور امور دین کا احساس بحمد للہ ابھی تک سرمایۂ زندگی بنا ہوا ہے، ان میں صلاح وتقویٰ کی بحمد للہ خاصی تعداد موجود ہے، اسی احساس نے یہاں دینی خدمتوں کی راہیں کھولی ہوئی ہیں۔'' (معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۶۳)

یہ غالباً ان ہی مخلص مسلمانوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ بے دین حکمرانوں، بدعنوان سیاست دانوں اور غیر ذمہ دار بیوروکریسی کے باوجود پاکستان عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت بنا...... دین کی نشر واشاعت اور اسلامی علوم کی مرکزیت کا اعزاز سے حاصل ہوا...... جہاد کا جذبہ یہیں سے زندہ ہوا اور عالم اسلام کی پناہ گاہ کے طور پر دنیا کے نقشے پر ابھرا...... جو مسلمان زعماء پاکستان بنانے کے مخالف تھے، پاکستان بن جانے کے بعد اس کی حفاظت کو وہ بھی ضروری خیال کرتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ مسجد بنانے کی جگہ میں اختلاف تھا اب جب کہ مسجد بن گئی اُس کی حفاظت ہم سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، بلاشبہ پاکستان کی ۵۶ سالہ تاریخ میں آنسو بھی ہیں اور مسکراہٹیں بھی، غم بھی ہیں اور مسرتیں بھی......اور ایسے ان گنت دردمند پاکستانی مسلمانوں کی تعداد میں کمی واقع نہیں ہوئی جن کی آنکھوں میں پاکستان کے ہر غم پر آنسو اور جن کے دل میں پاکستان کی ہر مسرت پر آس کا چراغ جھلملانے لگتا ہے...... انشاء اللہ ایک دن اُن کی تمنا بھی بر آئے گی اور ادھورا نقشہ تکمیل کی منزل پا لے گا۔

☆☆☆